علامہ محمد اقبالؒ

(1877ء-1938ء)

خطاب بہ جوانانِ اسلام

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے؟ — وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبّت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں، تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خلاقِ آئینِ جہاں داری — وہ صحرائے عرب، یعنی شتربانوں کا گہوارا

سماں اَلْفَقْرُ فَخْرِی[1] کا، رہا شانِ امارت میں — "بآب ورنگ و خال و خط، چہ حاجت روئے زیبا را"[2]

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے — کہ مُنعِم کو گدا کے ڈر سے، بخشش کا نہ تھا یارا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں — مگر تیرے تخیّل سے فزوں تر ہے، وہ نظّارا

تجھے آبا سے اپنے، کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گُفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیّارا

گنوادی ہم نے، جو اسلاف سے میراث پائی تھی — ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا، کہ وہ اک عارضی شے تھی — نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی — جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

"غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نُورِ دیدہ اَش روشن کند چشمِ زلیخا را"[3]

---

[1] حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے امارت کی بجائے فقر پر فخر محسوس کیا۔ "الفقر فخری" آپؐ ہی کے الفاظِ مبارک ہیں۔

[2] خوب صورت چہرے کو ظاہری زیبائش کی حاجت نہیں ہوتی۔ (حافظ شیرازی کا مصرع ہے)

[3] اے غنی! پیرِ کنعان کی بدنصیبی تو دیکھ کہ ان کی آنکھوں کا نُور زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہا ہے (یہ شعر غنی کاشمیری کا ہے)۔